ایمان بحیثیت اساسِ اخلاق

شیخ یوسف القرضاوی

ترجمہ :- عبدالحمید صدیقی

نفسِ انسانی کی گہرائیوں میں ایک مخفی قوت موجود ہوتی ہے جسے نہ خوردبین سے دیکھا جا سکتا ہے نہ علم الطبیعات اس کا ادراک کر سکتا ہے ۔ اس کا کام فرائض وواجبات کی طرف انسان کی رہنمائی کرنا ہے۔ اور خیر وصلاح کی طرف اُسے اس طرح کھینچ لینا جیسے مقناطیس قطب نما کی سوئی کو کھینچے رکھتا ہے اور شر و فساد سے اسے بچانا جیسے باپ بیٹے کو غلط حرکات سے بچاتا ہے یا جیسے استاد اپنے تلامذہ پر نظر رکھتا ہے ۔ یہ باطنی قوت جو تاریکی میں روشنی کا کام دیتی ہے فضائل پر آمادہ کرتی اور رذائل سے باز رکھتی ہے ، معروف کا حکم دیتی اور منکر سے منع کرتی ہے علمائے اخلاق اسے ضمیر اور وجدان سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور اسلام نے اِسی کا نام القلب یعنی دل رکھا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا " ہر وہ کام نیکی ہے جسے کر کے باطن سکون محسوس کرے اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ کام ہے جس کے ارتکاب سے نہ نفس کو سکون حاصل ہو اور نہ دل کو اطمینان اگرچہ مفتی حضرات تجھے اس کے جواز کا فتویٰ دے ڈالیں " اور ایک دوسری حدیث میں ہے ۔ آپ نے فرمایا " اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں تاہم تو اپنے دل سے فتویٰ طلب کر "

قلب وضمیر اخلاق کا بنیادی ستون ہے ۔ اس کے بغیر اخلاق کی عظیم الشان عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ زندہ ضمیر اخلاق کی تعمیر وتشکیل کا باعث بھی ہوتا ہے اور ایک مستعد دربان کی طرح اس کی حفاظت بھی کرتا ہے ۔ کوئی معاشرہ محض قوانین اور آئینی ضوابط کے بل بوتے پر یا پولیس اور فوج کی قوت سے ترقی وتنظیم اور سعادت وخوش بختی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا ۔ حصولِ سعادت کے لیے بیدار ضمیر اور زندہ قلوب کا وجود ضروری ہے ۔ اور یہ کلمۂ حکمت تو آپ نے سنا ہی ہو گا کہ عدل و انصاف قانون کے الفاظ میں نہیں بلکہ قاضی اور حاکم کے ضمیر میں ہوتا ہے ۔ ٹھیک اِسی طرح عامۃ الناس کی نظر میں قانون کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

ایک شاعر نے ان کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ؎

لن یصلح القانون فینا رادعًا — حتی تکون ذوی ضمائر تودع

(ترجمہ) قانون کی سرزنش ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی جب تک کہ ہم خوف سے لبریز دلوں کے حامل نہ بن جائیں۔

پس جب اخلاق کے نشوونما ارتقا میں ضمیر اس درجہ دخیل ہے تو آئیے اس امر کا جائزہ لیں کہ خود ضمیر کی تخلیق کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟

ضمیر اور ایمان

ضمیر کی تعمیر و تخلیق میں ایمان بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسے زندگی عطا کرنے، اس کی آواز کو زیادہ موثر بنانے اور ہر قدم پہ اس کی محرک اور فعال حیثیت برقرار رکھنے کے لیے ایمان ناگزیر ہے۔ اللہ پہ ایمان، انسان کے اندر یہ اعتقاد راسخ کر دیتا ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ سفر میں، حضر میں، خلوت میں، جلوت میں اللہ سے اس کی کوئی کیفیت چھپی نہیں رہ سکتی۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ انسان کے نہاں خانۂ دل و دماغ کے اسرار و رموز، اس کے پوشیدہ اعمال اور اس کی ظاہری حرکات ہر ایک سے اللہ پوری طرح باخبر ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

(المجادلہ-۷)

کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو یا پانچ آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ

اے نبی تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور

مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۔ (یونس : ۶۱)

قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں کوئی ذرہ برابر چیز آسمان میں اور زمین میں ایسی نہیں ہے نہ چھوٹی نہ بڑی جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

ایمان باللہ کے بعد ضمیرِ انسان کو جو چیز مزید سنوارا اور نکھار دیتی ہے وہ یوم آخرت پر ایمان ہے۔

یوم آخرت پر ایمان دراصل اِس حقیقت کا شعور رہے کہ مرنے کے بعد رب العزت کی بارگاہ میں انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے ہر اچھے عمل کی جزا وصول کرنی ہے اور ہر برائی کا خمیازہ بھگتنا ہے اُس وقت اس کی زندگی کی لمحہ بہ لمحہ تفصیل اس کے سامنے رکھ دی جائے گی۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۔ (ق ۔ ۱۸)

دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۔ (الزخرف ۔ ۸۰)

کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور سرگوشیاں نہیں سنتے ہیں۔ ہم سب کچھ سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی ہر چیز لکھتے جاتے ہیں۔

حیاتِ انسانی کا یہ سارا ریکارڈ ——— جسے اللہ کے فرشتوں نے پوری جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ مرتب کیا ہوگا اور جس کے مطابق انسان سے مواخذہ و محاسبہ کیا جائے گا ——— ایک ایسی ناقابلِ تردید دستاویز ہوگی کہ جس کا ذرا سا احساس ہی قلب کی زندگی کا ضامن اور ضمیر کی بیداری کا باعث ہے۔

اللہ کے بارے میں یہ اعتقاد اور یوم آخرت پر اِس نوعیت کا ایمان ہی انسان کو ہر آن اللہ کی

نگرانی کا احساس دلاتا ہے اور اپنے نفس کے محاسبہ پر مجبور کرتا ہے چنانچہ وہ کھلی آنکھوں سے اپنے افعال و اعمال کا جائزہ لیتا ہے، نتائج و عواقب پر نظر رکھتا ہے۔ نہ ظلم و ستم کرتا ہے نہ خیانت و بدعہدی کا مرتکب ہوتا ہے نہ ڈینگیں مارتا ہے اور نہ تکبر کرتا ہے۔ نہ اپنے فرائض کا انکار کرتا ہے اور نہ دوسروں کے حقوق کا دعویدار ہوتا ہے۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کے محاسبے سے کُل خائف ہو۔ نہ چھپ کر کوئی ایسی حرکت کرتا ہے کہ جس کے منصۂ شہود پہ آنے سے اسے ندامت لاحق ہو سکتی ہو۔ خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقینِ کامل اُسے راہِ صواب سے ذرہ برابر اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتا۔ کما قال شاعر صوفی ؎

إذا ما خلوتَ الدهرَ يوماً فلا تقل خلوتُ ولكن قُل عليَّ رقيبُ

ولا تحسبن الله يغفل ساعة ولا ان ما تخفيه عنه يغيبُ

(ترجمہ) اگر تو کبھی ایک دن کے لیے بھی خلوت نشین ہو تو یہ نہ کہہ کہ میں اب تنہا ہوں بلکہ یہ کہہ کہ مجھ پر ایک علیم و خبیر نگران ہے اور اللہ کے بارے میں کبھی یہ گمان نہ کر کہ وہ ایک لحظہ کے لیے بھی غافل ہو جاتا ہے یا جو کچھ تو اس سے چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی نظر سے فی الواقع چھپ جاتا ہے۔

صوفیاء اور احتسابِ نفس ایک اہل اللہ سے سوال کیا گیا کہ اِس ارشادِ الٰہی کا کیا مطلب ہے:

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۔

اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور یہ مقام اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے رب سے ڈر جائے۔

انہوں نے فرمایا کہ رب سے ڈر جانے کا مطلب ہے اپنے آپ کو رب کی نگرانی میں محسوس کرنا، اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور آخرت کے لیے توشۂ حسنات جمع کرنا۔

محمد بن علی الترمذیؒ نے فرمایا: اپنے آپ کو اُس ذات کی نگرانی میں دے دے کہ جس کی نظر سے تو کبھی چھپ نہیں سکتا۔ اپنے شکر و سپاس کو اُس کے لیے خاص کر دے کہ جس کے انعامات کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ صرف اُس کی فرمانبرداری اختیار کر کہ جس سے تو کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا اور اپنے خشوع و خضوع کا مستحق اُس کو گردان کہ جس کی سلطنت سے قدم باہر رکھنا ممکن نہیں۔

حضرت ذوالنونؒ مصری سے پوچھا گیا: بندہ جنت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا پانچ چیزوں

سے: استقامت سے جو ہر شائبہ مکر و انحراف سے پاک ہو۔ کوشش سے جس میں سہو و نسیان نہ ہو۔ خوفِ خدا سے جو بظاہر بھی ہو اور باطن بھی۔ موت کی تیاری کرنے کے بعد اُس کے انتظار سے اور محاسبہ نفس سے پیشتر اس کے کہ اُس کا حساب لیا جائے۔

بلاشبہ وہ ضمیر جس کی تربیت ایمان کرتا ہے — خوفِ خدا اور حسابِ آخرت سے سرشار ایمان — بیدار و توانا اور شدید الحس ہو جاتا ہے۔ وہ عمل سے پیشتر ہی انسان کا احتساب کرتا ہے۔ کیا کرنا چاہتا ہے؟ کیوں کرنا چاہتا ہے؟ کس کے لیے کرنا چاہتا ہے؟ پھر اسی پر اکتفا نہیں وہ عمل کے بعد بھی محاسبہ جاری رکھتا ہے تو نے کیا کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ نورِ ایمان سے منور ضمیر بڑا مستعد قاضی ہوتا ہے جو جزا یا سزا پر مشتمل اپنا فیصلہ فوراً صادر کر دیتا ہے اور اس کا فیصلہ باطنی طعن و ملامت ہی کی صورت نہیں اختیار کرتا بلکہ کبھی کبھی مادی و جسمانی سزاؤں کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری نے "وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن جب بھی اپنے گریبان میں منہ ڈالتا ہے نفس کو معتوب کرنے لگتا ہے۔ میری اس بات سے تیری مراد کیا تھی؟ میرے کھانے میں تیرا کیا ارادہ مضمر تھا؟ میرا پینا کس مقصد کے تحت تھا؟ مگر فاسق و فاجر کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ معصیت میں آگے ہی بڑھتا جاتا ہے اور کبھی پلٹ کر نفس پر عتاب بھیجنے کی اُسے توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: اللہ اُس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے نفس کو سرزنش کرتے ہوئے کہا — کیا تو اس چیز کا مالک نہیں؟ کیا تیرے پاس وہ چیز نہیں؟ اللہ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد پھر نفس کو لگام دی اور نکیل ڈال دی اور کتاب اللہ کی پیروی پر اسے مجبور کر دیا۔

حضرت ابراہیم التیمی نے فرمایا: میں عالمِ تصور میں اپنے نفس کو جنت میں لے گیا اور اس کے پھل کھانے لگا۔ اس کی صاف شفاف نہروں کا پانی پیا اور وہاں کی حسین و جمیل دوشیزاؤں سے بغل گیر ہوتا رہا۔ بعد ازاں اپنے نفس کو دوزخ میں لے آیا۔ جہاں اُس کے کڑوے کسیلے پھل کھائے اُس کے بدکرداروں کا لہو اور پیپ پینے کی کوشش کی اور طوق و سلاسل پہنے مبتلائے مصیبت رہا۔ پھر میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا ان میں سے کون سا مقام تجھے مطلوب ہے؟ نفس نے جواب دیا: میں سردست دنیا ہی میں رہ کر کچھ اعمالِ صالح کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آنجناب نے فرمایا: تیری مراد پوری ہو گئی اب عمل ہی کیے جا۔

مذکورہ بالا احوال و واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایمان، ضمیر کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کی کیا

کیا صورتیں اختیار کرتا ہے؟ جناب احنف بن قیس اس مقصد کے لیے ایک اور طریقہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ آپ چراغ کے پاس چلے جاتے اور چراغ کی لو پر انگلی رکھ دیتے جب آگ اسے جلانے لگتی تو آپ اپنے نفس سے کہتے۔ اے احنف گناہوں کی سزا یہی آگ ہے۔ فلاں دن تو نے جو (گناہ) کیا تھا تجھے اس پر کس چیز نے اکسایا؟ اور فلاں دن تو نے جو کچھ کیا اُس پر کس چیز نے مجبور کیا؟ کیا اُس وقت آگ کا خوف نہ تھا۔

محاسبۂ نفس کا ایک اور اسلوب وہ ہے جو توبۃ الصمۃ سے مروی ہے۔ آپ نے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی عمر کا حساب لگایا تو وہ ساٹھ سال بنی پھر آپ نے ان سالوں کے دن گنے تو وہ اکیس ہزار پانچ سو ہوئے۔ اس پر آپ چیخ اٹھے اور گویا ہوئے ہائے افسوس 21000 گناہوں کو لے کر خدا کے دربار میں حاضر ہوں گا۔ پھر خیال آیا کہ گناہوں کی یہ تعداد تو اس صورت میں ہے اگر روزانہ ایک ہی گناہ کیا ہو۔ لیکن اپنا حال تو یہ ہے کہ ایک ایک دن میں ہزاروں گناہ سرزد ہوتے ہیں۔

اوپر ہم نے کہیں ذکر کیا ہے کہ ضمیر کے فیصلے کے نتیجے میں کبھی کبھی مادی سزا بھی آدمی کو مل جاتی ہے اور بیدار ضمیر انسان اسے بخوشی اور بلا تاخیر قبول کر لیتا ہے تو اس کی مثال حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ ہے کہ آپ ایک روز اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ خوشگوار ماحول میں نماز پڑھتے وقت آپ کی توجہ شاخِ شجر پر بیٹھے ہوئے ایک پرندے کی طرف مبذول ہوگئی اور آپ کو تھوڑی دیر کے لیے احساس نہ رہا کہ آپ حالتِ نماز میں ہیں۔ بعد میں جب خیال آیا کہ بجائے اللہ کے دل پرندے کی طرف مائل رہا ہے تو آپ نے اس نقصان کا کفارہ یوں ادا کیا کہ پورے باغ ہی کو صدقہ کر ڈالا اور آئندہ کے لیے ایسے ہر نقصان سے محفوظ ہو گئے۔

ضروری التماس

خریداران ترجمان القرآن و ایجنٹ حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر یا ایجنسی نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ ڈاک خانہ تحصیل و ضلع خوشخط اور واضح الفاظ میں درج ہونا چاہیے۔ نیز منی آرڈر ارسال کرتے وقت ساتھ ہی بذریعہ خط ترسیل رقم کی اطلاع کر دیا کریں۔ ان امور کی پابندی کے بغیر دفتر کو عدم تعمیل کی شکایت کا ذمہ دار ٹھیرانا درست نہیں ہوگا۔

مینیجر